انسان اور خدا کا رابطہ، نہج البلاغہ کی رو سے

مؤلف: ڈاکٹر بخش علی قنبری
مترجم: مولانا شیخ ممتاز علی

رابطہ کا جو مفہوم آج بیان کیاجاتا ہے ،ایک سو پچاس سال پہلے اس کے وہ معنی بیان نہیں ہوتے تھے اس کے باوجود اس کے جانشین مفاہیم مثلاً اُنس نہج البلاغہ میں بار بار آئے ہیں جو رابطہ کے اصناف ومراتب کو بیان کرتے ہیں چاہے وہ رابطہ انسان اور خدا کے در میان ہو یا پھر دوسرے رابطے ہوں۔ انسان کے تعلق سے چار قسم کا رابطہ ملتا ہے۔ انسان کا خدا سے رابطہ، اس کا خود اپنے آپ سے رابطہ، دوسرے انسانوں سے رابطہ اور طبیعت سے رابطہ۔ ان میں سے ہر رابطہ انسان کے پانچ وجودی میدان میں متحقق ہوتا ہے۔ اس طرح کل بیس طرح کے رابطے وجود میں آتے ہیں جن میں سے ایک انسان اور خدا کا عقیدتی ۔معرفتی رابطہ ہے۔ اس رابطہ میں بندگی ، خلافت، عاشقانہ اور تعاون جیسے روابط شامل ہیں۔ اول ،دوم وسوم روابط نہج البلاغہ میں کثرت سے بیان کئے گئے ہیں لیکن تعاون کا رابطہ مشرقی ادیان مثلاً دائیوئی (تاؤازم) (TAOISM) میں بیان کیا گیا ہے اور نہج البلاغہ میں موجود نہیں ہے لیکن اس کے باوجود خدا اور بندہ تعاون کرتے ہیں تاکہ انسان بہتر سے بہتر بنے اور اپنے کمال کی منزل سے قریب ہو جائے۔

نفس انسان ایک ایسا میدان ہے جو عقائد، احساسات ، خواہشیں، چاہتیں، گفتار وکردار کا منبع ہے اور اسی کی وجہ انسان ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں ۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہاجائے کہ انسان کے دو پہلو ہیں۔ ایک شخصی اور ذاتی پہلو ہے جس میں اس کا جسم، ذہن اور نفس شامل ہے، دوسرا مشترک پہلو یعنی روح ہے جس میں دوسرے انسان بھی مشترک نظر آتے ہیں ۔ انسان خدا اور دوسرے موجودات سے رابطہ برقرار کرسکتا ہے۔اس مضمون میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ نہج البلاغہ میں انسان اور خدا کے رابطہ کی ماہیت کیا ہے؟ تحقیق کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ اس موضوع

کے مختلف پہلو ہو سکتے ہیں اور شاید اب تک ان پر توجہ نہیں دی گئی ہے جس کی وجہ سے مسائل اور بحران پیدا ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں خدا سے رابطہ کی قسمیں نہ پہچاننے کی بناپر انسان نے اپنی زندگی سے خدا سے رابطہ کو رفتہ رفتہ ختم کرلیا ہے جس کی وجہ سے انسان تنہائی اور خالی پن جیسی پریشانیوں میں مبتلا ہوگیا ہے۔ جیسا کہ تحقیقات اس دعوے کی مؤید ہیں۔[1]

پیغمبر اور عرفاء واولیائے الٰہی کبھی کبھی "میں" اور "وہ" کے رابطہ کے بارے میں گفتگو کرتے نظر آتے ہیں لیکن اس کا مطلب "میں" اور "تو" کے رابطہ سے غفلت نہیں ہے بلکہ مقام توصیف میں دوسروں کے لئے اس طرح کے دونوں رابطوں کو بیان کیا ہے وَالَّذِی هُوَ یُطعِمُنی وَیَسقِینِ وَإذا مَرِضتُ فَهُوَ یَشفِینِ[2]۔

خدا اور انسان کا رابطہ نہج البلاغہ میں بہت سے مقامات پر "میں" اور "وہ" اور بعض مقامات پر "میں" اور "تو" کے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن بنیادی سوال یہ ہے کہ عقیدہ اور معرفت کے میدان میں انسان اور خدا کا رابطہ کس طرح واضح کیا گیا ہے؟ رابطہ کی چار قسمیں یعنی عبد اور مولا کا رابطہ، جانشینی کا رابطہ، عاشق ومعشوق کا رابطہ اور تعاون کا رابطہ اس مقالہ میں بیان کیا گیا ہے لیکن انسان کی بلندی کے راستہ میں انسان اور خدا کے تعاون کی کمیت و کیفیت کو بھی یہاں بیان کیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں شاید سب سے پہلے توشی ہی کو ایزوتسو نے قرآن میں خدا اور انسان کا رابطہ کے نام سے کتاب تالیف کی ہے۔ انہوں نے اس رابطہ کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے لیکن عقیدتی اور معرفتی میدان میں انسان اور خدا کے رابطہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے۔ ان کی تحقیق قرآن مجید پر مبنی ہے نہج البلاغہ پر نہیں۔ نہج البلاغہ پر تحقیق کرنے والوں نے اس موضوع پر توجہ نہیں کی ہے ،البتہ بعض شرحوں مثلاً ابن ہیثم اور محمد تقی جعفری کی شرح میں کلی طورپر اس بحث کی طرف اشارہ موجود ہے لیکن راقم السطور نے جس طرح اس پر نظر ڈالی ہے یعنی عقیدتی اور معرفتی اعتبار سے اس رابطہ پر بحث نہیں ہوئی ہے۔

۱۔ قنبری، بخش علی، رنج تنہائی و مثنوی معنوی، پژوہش زبان وادبیات فارسی، شمارہ ۲۱، ص ۹۸-۹۷

۲۔ سورہ شعراء، آیت ۷۹-۸۰

معرفتی اور عقیدتی رابطہ کی ماہیت

اللہ تعالی اور بندہ کے درمیان جب ہم رابطہ کی بات کرتے ہیں تو ہماری مراد عقیدتی، جذباتی، ارادی، گفتاری اور کرداری ارتباط ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہاجاتاہے کہ انسان جب کوئی عمل کرتاہے تو وہ خدا کی خوشنودی کے اسباب فراہم کرتاہے تو یہاں ہم نے جذبات کے دایرہ میں خدا اور انسان کے رابطہ کی بات کی ہے کیوں کہ خوشنودی اور غضب اسی طرح کی چیزیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس طرح کے رابطے نہج البلاغہ میں بہت زیادہ بیان ہوئے ہیں۔ جب خدا کے بارے میں انسان کے حمد کی بات آتی ہے تو یہ انسان اور خداکے درمیان گفتاری رابطہ ہے کیوں کہ گفتار ایسا رابطہ ہے جس میں ایک طرف کے رابطہ کو بیان کے ذریعہ پیش کیا جاتاہے[۱]۔

حضرت علیؑ کے ارشادات پر ایک کلی نگاہ ڈالنے کے بعد نہج البلاغہ میں خدا اور انسان کی شناخت کی نوعیت جانی جاسکتی ہے اور اسی بنیاد پر ان دونوں موجود کے درمیان رابطہ کے امکان یا عدم امکان کی بات کہی جاسکتی ہے کیوں کہ ان دونوں موجود کی شناخت بنیادی ہے اور یہ رابطہ اسی کی فرع ہے۔ چونکہ نہج البلاغہ میں انسان اور خدا کا رابطہ باربار دہرایا گیا ہے، اس وجہ سے بڑی آسانی سے نتیجہ نکالاجاسکتا ہے کہ حضرت علیؑ نے خداکے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ انسان کے ذہن سے بہت قریب ہے یعنی جو موجود تمام موجودات سے جدا ہے۔وہاں فکر، ارادہ اور احساس موجود ہے، حالانکہ خدا حالات کی تبدیلی (صرف) سے بری ہے وہ انسان سے خوش اور ناراض ہوسکتا ہے[۲]۔ اسی طرح خدا میں وہ صفات بھی موجود ہیں جو انسانوں میں موجود ہیں (البتہ وہ امکانی اوصاف سے منزہ ہے) مثلاً وہ خوش اور ناراض ہوسکتا ہے ، شوق اور رغبت دلا سکتا ہے اور تنبیہ بھی کرسکتا ہے۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالی اور بندہ میں رابطہ برقرار ہوسکتا ہے۔ البتہ یہ رابطہ مختلف شکلوں میں ہوتاہے کبھی عاقلانہ اورمعرفتی ، کبھی عاشقانہ، کبھی رب اورمربوب کا رابطہ ۔ بندگی اور خدائی رابطہ کی کثرت ہے اور عاشقانہ رابطہ بڑا گہرا رابطہ ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ ، خطبہ ۱۱۴، ص ۱۶۹

۲۔ استیس، وت، فلسفہ عرفان، ص ۱۸۴۔ ۱۸۳

نہج البلاغہ میں خدا کے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے وہ خدا کے مشخص ہونے کی تائید کرتا ہے اور انسان اللہ تعالی سے رابطہ برقرار کرسکتا ہے۔ جب نہج البلاغہ میں اللہ تعالی کو بار بار "تو" سے خطاب کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے گھر میں مسافر کا جانشین کہا گیا ہے تو یہ سب خدا کے مشخص ہونے کی دلیل ہے۔ امام علیہ السلام دعا میں فرماتے ہیں کہ خدا تو ہی سفر میں ہمراہ اور میرے گھر میں میرا جانشین ہے۔ اس ذات کے علاوہ یہ دونوں صفتیں ایک ساتھ کسی ذات میں نہیں پائی جاسکتیں کیوں کہ جو جانشین ہے وہ ہمراہ نہیں ہوگا اور جو ہمراہ ہوگا وہ جانشین نہیں ہوگا[۱]۔ اس طرح کے موارد نہج البلاغہ میں بہت ہیں[۲]۔

نہج البلاغہ میں ایک جگہ بیان ہوا ہے کہ خدا ہر موجود کے ساتھ موجود ہے اور کوئی چیز اس میں رکاوٹ نہیں بن سکتی، تم اپنی ضرورتیں اسی سے مانگو اور اسی سے عطا و بخشش کی درخواست کرو کیونکہ تمہارا کوئی پردہ اور پردہ داری اسے روک نہیں سکتی، نہ اس کا کوئی دروازہ تمہارے اوپر بند ہے، وہ ہر جگہ ہے، ہر وقت اور ہر جن وانس کے ساتھ ہے، اسے کوئی کسی سے منحرف نہیں کرسکتا۔ کوئی آواز کسی آواز کی بناپر اس سے چھپ نہیں سکتی اور بخشش اسے سزا دینے سے روک نہیں سکتی[۳]۔

اس رابطہ کی بنیاد آگاہی ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ انسان بھی ایسے اوصاف کا مالک ہے جو اس رابطہ کی توجیہ کرتے ہیں۔ قرآن میں مختلف جگہوں پر اس رابطہ کے بارے میں بتایا گیا ہے جیسا کہ بعض اہل نظر نے سورہ حمد سے استناد کیا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد والی آیت کو بندہ اور رب کے درمیان عملی رابطہ کا راز قرار دیا ہے اور بعد کی آیات کو خدا سے درخواست جانا ہے اور خدا بھی زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ یہ سب بندہ کا ہے اور میرا بندہ جو چاہتا ہے وہ مجھ سے مانگ سکتا ہے[۴]۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۴۶، ص ۸۶

۲۔ نمونہ کے طور پر خطبہ ۲۳۷، ص ۲۴۶ اور نامہ ۳۱، ص ۳۸۹ ملاحظہ ہو

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹، ص ۳۰۹

۴۔ کربن، ہانری، تخیل خلاق در عرفان ابن عربی، ص ۳۷۰

مقام وجود میں عقیدتی اور معرفتی رابطہ کی قسمیں

یہ رابطہ کبھی اجباری اور کبھی ارادی ہوتا ہے۔یہ دوسرا رابطہ ممکن ہے انسان کی طرف سے یا خدا کی طرف سے شروع ہو۔ بہرحال اس رابطہ کی تین مختلف قسمیں ہوسکتی ہیں۔ کبھی ایسا ہوسکتا ہے کہ کوئی انسان خدا سے رابطہ کرے یا براہ راست خدا کسی انسان سے رابطہ برقرار کرے۔ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ خدا نوع انسان (تمام انسانوں) سے رابطہ قائم کرے (رابطہ نوعیہ) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ رابطہ علت ومعلول کا رابطہ ہو یعنی خدا چونکہ مخلوقات کے وجود کی علت ہے وہ انسان یا کسی ایک مخلوق سے رابطہ قائم کرے۔ نہج البلاغہ میں کبھی وجود کی بنیاد پر، تو کبھی عقیدہ اور کبھی فرائض کی بنیاد پر روابط کی بات کی گئی ہے۔

ا۔ بندگی کا رابطہ (عبد ورب)

لفظ عبد عربی زبان میں کم سے کم دو معنی میں استعمال ہوتا ہے ،ایک غلام کے معنی میں (اسلام سے پہلے عربی ثقافت میں اسے رقبہ کہتے ہیں) اور دوسرا بندہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ غلام سے زیادہ انسانی رخ لفظ بندہ میں پایاجاتا ہے کیونکہ غلام خرید فروخت ہوتا تھا لیکن بندہ ایسا نہیں تھا۔

قرآنی لغت میں رب پرورش کرنے والے سے بالاتر معنی میں استعمال ہوا ہے اس معنی میں کہ خدا انسان کا سرور بھی ہے اور پرورش کرنے والا بھی ہے۔ قرآن مجید اور نہج البلاغہ میں عبد، بندہ کے معنی میں ہے ،غلام کے معنی میں نہیں ہے۔ نہج البلاغہ میں بہت ساری جگہوں پر بندگی کا رابطہ بیان ہوا ہے۔ کچھ مقامات پر صراحت کے ساتھ انسانوں کو مربوب اور خدا کو رب بتایا گیا ہے: لم یخلق ما خلقه لتشدید سلطان ولا تخوّف من عواقب زمان ولا استعانة علی ندٍّ مثاور ولا شریك مكاثر ولا ضد منافر ولكن خلائق مربوبون وعباد داخرون، تونے جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اپنی قدرت وسلطنت کی مضبوطی، زمانہ کے حوادث کے خوف اور حریف رزم جو ، فخر کرنے والے شریک اور برتری طلب کرنے والے ساتھی سے تحفظ کے لئے نہیں پیدا کیا ہے بلکہ تمام خلائق پرورده (رب والے) فرماں بردار اور خاضع بندے ہیں[1]۔

ا۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۶۵ ،ص ۸۲

اس رابطہ میں ایک طرف خدا ہے جو پروردگار (رب) ہے، جس میں جلال ، قدرت اور سرپرستی کے ساتھ ساتھ پرورش کا پہلو بھی موجود ہے ، دوسری طرف بندہ (عبد) ہے جس میں فروتنی ، ضعف، خضوع اور مطلق فرماں برداری کا پہلو موجود ہے جس کی توقع عموماً بندہ سے ہوتی ہے ۔ ہاں اس کے ساتھ ساتھ عبد میں کبر، غرور، اظہار بے نیازی نہیں ہونی چاہئے۔ اسلام ایسی باتوں کو جاہلیت کی زندگی کے اوصاف شمار کرتا ہے [۱]۔ نہج البلاغہ میں انسان کو کبر و نخوت سے شدت کے ساتھ بار بار روکا گیا ہے : مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الكَرِيمِ [۲]۔ اس روایت میں انسان کو فروتنی کی تاکید گئی ہے ،اسی کے ساتھ خدا پر جرات دکھانے کو کبر کابہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے اور انسان کو اس دام سے بچنے کی تاکید گئی ہے یا ایها الناس.... وما غرك بربك وما انسك بهلكه نفسك ، اے انسان تجھے کسی چیز نے پروردگار کے سامنے دلیر بنادیا ہے اور تیری ہلاکت کا کیا سبب ہے؟ [۳] اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ خدا کے سامنے تکبر اور دلیری ہلاکت کا اور تواضع انسان کی نجات کا باعث ہے۔ چنانچہ شیطان اسی فکر کی بناپر ذلیل ورسوا ہوا [۴]۔

۲۔ جانشینی کا رابطہ

نہج البلاغہ میں جانشینی کی دو صورتیں بیان ہوئی ہیں ۔ایک صورت تو یہ ہے کہ خدا انسان کا جانشین ہے اور دوسری صورت میں انسان، خدا کا جانشین ہے اس ارتباط کو ہم خلافت یا جانشینی کے نام سے یاد کرتے ہیں، چونکہ خدا ہر جگہ حاضر وناظر ہے اس بناپر ہر مسافر کے گھر پر اس کا جانشین ہوسکتا ہے ۔حضرت کے اس قول کی بناپر خدا کی جانشینی اس معنی میں ہے کہ وہ گھر والوں کی حفاظت اور ان کے مسائل ومشکلات کو حل کرتا ہے۔

۱۔ ایزوتسو، توشی ہیکو، خداوانسان در قرآن، ص ۹۴

۲۔ سورہ انفطار، آیت ۶

۳۔ نہج البلاغہ ، خطبہ ۲۲۳۔ ۲۴۴

۴۔ ایضاً ، خطبہ ۱۹۲

نہج البلاغہ میں خدا کی جانشینی کہیں عام اور کہیں خاص ہے۔ جب خدا ہر جگہ حاضر ہے تو وہ لوگوں کے گھروں میں بھی حاضر ہے، اس طرح کی خلافت کسی خاص شرط سے مشروط نہیں ہے بلکہ خدا سفر کے وقت ہر شخص کے گھر میں موجود ہے البتہ مومنین اس جانشینی سے واقف ہیں اور اس پر ان کا ایمان ہے لیکن غیر مومن ممکن ہے ایسی باتیں قبول نہ کرتا ہو۔ حضرت علیؑ نے نہج البلاغہ میں بڑی صراحت کے ساتھ اس رابطہ کو یاد کیا ہے[۱]۔ یہ جانشینی واقعی جانشینی کے معنی میں ہے یعنی اگر کوئی سفر میں ہو تو خدا واقعی اس کے گھر میں اس کا جانشین ہوتا ہے اور سفر میں بھی ہمراہ ہوتا ہے۔ گھر میں جانشین ہونا اور سفر میں بھی ساتھ ہونا کسی کے لئے ممکن نہیں ہے۔ جو ایک کام میں مشغول ہونے کے بعد دوسرے کام میں بھی مشغول ہو وہ صرف خدا کی ذات ہے۔ اسی وجہ سے جنگ میں خدا علیؑ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی وقت ان کے گھر میں بھی موجود ہو کر اہل خانہ کی حفاظت کرتا ہے۔ نہج البلاغہ کے بعض شارحین کی تعبیر کے مطابق عالم ہستی میں خدا کے مطلق احاطہ کا مطلب یہی ہے[۲]۔ اس بنا پر اس جانشینی کا مطلب اللہ تعالی کا علم، حکمت اور قضا وقدر الہی ہر جگہ موجود ہے[۳] جو ہر جگہ ہر چیز میں من جملہ انسانوں کے گھر میں اس کے رہنے والوں کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔

مخصوص جانشینی کے دو مراحل ہیں۔ پہلے مرحلہ میں پورے نوع انسان کو خدا کا خلیفہ بتایا جاتا ہے اور کسی خاص گروہ سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ خلافت کی دوسری نوعیت یہ ہے کہ وہ کسی خاص فرد کے لئے ہے۔ امیر المومنین نے اس گروہ کو زمین پر خدا کا جانشین بتایا ہے: اولئك خلفاء الله فی ارضه و الدعاة الی دینه، وہ زمین پر خدا کے جانشین اور اس کے دین کے داعی ہیں[۴]۔ دوسرے مقام پر آپ نے اپنا تعارف خلیفۂ الہی کی حیثیت سے کرایا ہے نہ کہ زمینی اور دنیوی خلافت کے معنی میں[۵]۔ البتہ اس طرح کے خلفائے الہی جب زمینی مسند خلافت پر فائز ہوتے ہیں تو اس وقت خلائق

۱۔ نہج البلاغہ ، خطبہ ۴۶ ، ص ۸۶

۲۔ جعفری، محمد تقی، ترجمہ و تفسیر نہج البلاغہ، ج ۱۶، ص ۴۲

۳۔ ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ ، ج ۳ ، ص ۱۶۶

۴۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۴۷ ص، ۴۹۷

۵۔ ایضاً ، نامہ ۲۵ ؛ حسن زادہ آملی، حسن، انسان کامل در نہج البلاغہ ، ص ۵۷

سے حق الٰہی وصول کر لینا ان کا فریضہ ہوتا ہے۔

انسان کامل خلیفۂ خدا کے عنوان سے اپنے اعمال کا ذمہ دار اور زمین کا سرپرست اور محافظ ہے۔ زمین پر خدا نے اسے حق تسلط دیا ہے بشرطیکہ وہ خدا کے فرامین کے مطابق زندگی گذارے[۱]۔ ایسے انسان زمین و آسمان کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں۔ حضرت علیؑ کی تعبیر کے مطابق وہ بدن کے ذریعہ دنیا سے ہمدم ہیں اور ان کی روح عالم بالا سے متعلق ہے[۲]۔ وہ اپنے فرائض انجام دینے کے لئے زمین پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ حق ولایت کی خصوصیتیں انہیں سے متعلق ہیں۔ وصیت اور میراث پیغمبر انہیں کے درمیان ہے[۳]۔ ہر زمانہ میں انسان کامل موجود ہوتا ہے۔ اس سے کوئی زمانہ خالی نہیں ہوتا کیوں کہ وہ زمین پر حجت خدا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ زمین پر آل محمد کی مثال آسمان کے ستاروں جیسی ہے، جب کوئی ستارہ غروب ہوتا ہے تو دوسرا ستارہ نکل آتا ہے[۴]۔

انسان کے اوصاف کلی بیان کرتے ہوئے نہج البلاغہ میں امیر المومنین نے فرمایا:

> ”وہ علم کو زندہ کرنے والے اور دنیا کو عزت دینے والے ہیں۔ ان کی بردباری تمہیں ان کے علم کا ان کا ظاہر ان کے باطن کا، ان کی خاموشی ان کی حکمت آمیز گفتگو کا پتہ دیتی ہے۔ نہ تو وہ حق کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ اس کے بارے میں کوئی نظری اختلاف رکھتے ہیں، وہ اسلام کے ستون ہیں، پناہ تلاش کرنے والوں کی پناہ گاہ ہیں، انہیں کے ذریعہ حق اپنے مقام پر پلٹ آیا اور باطل اپنی مسند سے کنارہ کش ہوا۔ اگر وہ سکوت بھی اختیار کریں پھر بھی ان کا آفتاب وجود اھل طلب پر نور افشانی کرتا رہتا ہے۔“[۵]

انسان کامل اور اولیاء خدا کے علم کا چشمہ ان کے اندر سے ابلتا رہتا ہے، اسی وجہ سے سرچشمۂ علم اور ان میں کوئی فاصلہ نہیں ہوتا بلکہ منبع تولید علم ان کے اندر پوشیدہ ہوتا ہے لہٰذا وہ باطنی

۱۔ نصر، سید حسین، معرفت و معنویت، ص ۳۲۶

۲۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۴۷، ص ۴۹۷

۳۔ ایضاً، خطبہ ۲، ص ۴۷

۴۔ ایضاً، خطبہ ۱۰۰، ص ۱۴۶

۵۔ ایضاً، خطبہ ۲۳۹، ص ۳۵۸۔ ۳۵۷

بصیرت سے ان چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں جنہیں لوگ چشم بینا سے نہیں دیکھ پاتے۔ انسان کامل کی خصوصیتیں مندرجہ ذیل طریقہ سے بیان کی جاسکتی ہیں:

۱۔ وہ علم کو زندہ کرنے والے ہیں۔ پہلی منزل میں یہ علم کشفی اور عرفانی علم ہوتا ہے۔ اس کے بعد کے مرحلہ میں ہر علم نافع کو شامل ہوتا ہے[۱]۔

۲۔ وہ اہل حلم ہیں، ان کا حلم ان کے علم ونظریہ میں موثر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا علم، علم حضوری ہے اور ایسے علم کا اثر ان کے اخلاق اور روش میں آشکار ہوتا ہے۔

۳۔ ان کے ظاہر وباطن میں یکسانیت ہے چونکہ وہ قلب کے راستہ سے اندرونی اور بیرونی اتحاد تک پہونچے ہیں بلکہ جہاں ہستی کی وحدت تک پہونچے ہیں اس وجہ سے ان کا ظاہر ان کے باطن کی خبر دیتاہے۔

۴۔ ان کا سکوت ان کی گفتگو کی خبر دیتا ہے کیوں کہ انہوں نے قلب کے وسیلہ سے سکوت اور گفتگو کی سرحد ختم کردی ہے۔

۵۔ وہ حق سے ہم آہنگ ہیں بلکہ حق کے مصداق اور معیار ہیں اسی وجہ سے قوام ہستی ان سے وابستہ ہے۔ ان کے بغیر نظام ہستی بکھر جائے گا اور اپنا وجود کھو دے گا۔

ایسے افراد دوسروں کو دعوت دینے کا حق رکھتے ہیں اور تمام افراد پر ان کی پیروی فرض ہے۔ داع دعا و راع رعی فاستجیبوا للداعی واتبعوا الراعی، وہ دعوت دینے والے داعی ہیں اور سرپرستی کرنے والے سرپرست ہیں لہٰذا دعوت دینے والے کی دعوت پر لبیک کہو اور سرپرست کی پیروی کرو۔ وہ تمام سالکان طریقت کے مرجع اور مقتدا ہیں۔ حق تلاش کرنے والوں کی تمام اندرونی وبیرونی چاہت ہیں اور سوالات کے جواب دینے کے لئے ہر وقت آمادہ ہیں، یہاں تک کہ وہ ان کو سوال کرنے کی دعوت دیتے ہیں: ایها الناس سلونی قبل ان تفقدونی فلانا بطرق السماء اعلم منی بطرق الارض قبل ان تشغر برجلها فتنة تطا فی خطامها وتذهب باحلام قومها[۲]۔ انسان کامل کی بینش میں اتنی گہرائی ہے کہ وہ عمق جان کی خبر دینے اور ان کے راز ہائے

۱۔ علم کشفی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے نہج البلاغہ، خطبہ ۵، ص ۵۲ اور علم نافع کے سلسلہ میں خطبہ ۱۹۳، ص ۳۰۳ ملاحظہ فرمائیں

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۹، ص ۲۸۰

درونی کو بیان کرنے پر قادر ہے ،انسان کے سرانجام سے بھی واقف ہے۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو تمہارے آنے جانے اور تمام امور کی خبر دے سکتا ہوں [۱]۔

۳۔ عاشقانہ رابطہ

رابطہ عاشقانہ کی سب سے بہترین صورت میں اور تو کی شکل میں سامنے آتی ہے۔ یہ رابطہ وصال تک بر قرار رہتا ہے اور اس کے بعد میں تو میں فنا ہو جاتا ہے اور صرف تو ہی باقی رہتا ہے لہٰذا جب عاشقانہ رابطہ کی بات ہوتی ہے تو ہماری مراد یہ ہے کہ عاشق کے وجود کو سوائے معشوق کے کوئی دوسرا پر نہیں کر سکتا۔ یہ مفہوم نہج البلاغہ میں کئی بار بیان ہوا ہے لیکن عشق، عاشق اور معشوق کی لفظوں کے ساتھ نہیں بلکہ محب، محبوب اور محبت کے الفاظ کے ساتھ اور بسا اوقات ان الفاظ کے بغیر بھی یہ مفہوم ادا ہو جاتا ہے ۔ مثال کے طور پر محبان الٰہی کے عشق کے بیان کے لئے لفظ ولہ سے استفادہ کیا گیا ہے : این القوم الذین دعوا الی الاسلام فقبلوه ... وهیجوا الی الجهاد فولهوا اللقاح الی اولادها [۲]۔وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے قبول کیا؟ اور جیسے اونٹنی اپنے بچے کی طرف شیفتگی سے بڑھتی ہے وہ اسی طرح جہاد کی دعوت کے وقت جہاد کی طرف بڑھے۔

اس عشق ومحبت کی بنیاد یہ ہے کہ انہوں نے خدا کو دل میں بسالیا ہے : عظم الخالق فی انفسهم فصغر مادونه فی اعینهم، چونکہ ان کی نظر میں خالق سب سے بڑا ہے اس وجہ سے اس کے علاوہ ہر چیز چھوٹی ہے [۳]۔ اس عبارت سے عارف کے نزدیک خدا کی حیثیت کا پتہ چل سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ سالک راہ خدا کے عشق کا سراغ بھی مل سکتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا دل صرف محبت خدا سے پر ہے اور وہ محبوب ومعشوق کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہاں عشق میں یگانگی ملحوظ ہے اور بس۔ نہج البلاغہ کے ایک شارح کی نظر میں ، معرفت ومحبت الٰہی میں جذبۂ الٰہی کے متفاوت ہونے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۵، ص ۲۵۰

۲۔ ایضاً، خطبہ ۱۲۱، ص ۱۷۷

۳۔ایضاً، خطبہ ۳۰۳ ،ص ۱۹۳

سے عارف کی نظر میں عظمت خدا متفاوت ہو جاتی ہے۔ اس عظمت کی وجہ سے خدا کے سوا تمام چیزیں چھوٹی لگنے لگتی ہیں[۱]۔

نہج البلاغہ میں لفظ انس اور اس کے مشتقات سلبی اور ایجابی دونوں طرح سے استعمال ہوئے ہیں۔ سلبی کا مطلب یہ ہے کہ خدا کو کسی موجود سے انس حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور وہ احساس تنہائی یا وحشت کی بناپر کسی انیس کو تلاش نہیں کرتا ہے[۲]، بلکہ ایسے حالات اس پر عارض ہی نہیں ہوتے ہیں۔ لفظ انس کو ایجابی معنی میں خدا کی طرف نسبت دیا گیا ہے اور اسے بہت زیادہ مانوس ہونے والے کے عنوان سے یاد کیا گیا ہے: اللھم انك آنس الانسین لاولیائك[۳]۔

لیکن انسان کو وحشت و تنہائی کی وجہ سے خدا سے انس کی ضرورت ہے۔ اگر اسے غربت و تنہائی سے وحشت ہوتی ہے تو وہ یاد خدا سے مانوس ہوتا ہے اور رنج و غربت اور تنہائی سے نجات پاتا ہے[۴]۔ نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ صرف خدا کو مانوس کی حیثیت سے یاد نہیں فرماتے بلکہ کہیں کہیں آپ حق کو مونس اور باطل کو انسان کی وحشت کا سبب گردانتے ہیں[۵]۔ ایک مقام پر آپ نے موت کو بھی مونس کی حیثیت سے یاد کیا ہے لیکن موت بذات خود امر مطلوب نہیں ہے بلکہ وصل الٰہی کا ذریعہ ہونے کی بناپر انسان کے مانوس ہونے کا سبب بن سکتا ہے۔

انس و محبت پر مبنی رابطہ کا آغاز کرنے والا کبھی خدا ہوتا ہے تو کبھی انسان ۔ مندرجہ ذیل عبارت میں حضرت علیؑ کی طرف سے یہ رابطہ عاشق خدا انسان کے عنوان سے واضح کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: واللہ لابن ابی طالب آنس بالموت من الطفل بثدی امه ۔ بچہ جتنا ماں کے سینہ سے مانوس ہوتا ہے، خدا کی قسم (علی ابن ابی طالب) میں موت سے اس سے زیادہ مانوس ہوں[۶]۔

۱۔ ابن ہیثم بحرانی، کمال الدین، شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۳۶۹ و ۳۶۲

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۸۶، ص ۲۷۶

۳۔ ایضاً، خطبہ ۲۲۷، ص ۳۴۹

۴۔ ایضاً، خطبہ ۲۲۷، ص ۳۴۵

۵۔ ایضاً، خطبہ ۱۳۰، ص ۱۸۸

۶۔ ایضاً، خطبہ ۵، ص ۵۲؛ خطبہ ۵۵، ص ۹۱

عاشقان الٰہی کا فریضہ ہے کہ وہ فقر کا عظیم بار برداشت کرنے اور دنیا اور اس کی محبت سے دور رہنے کے لئے تیار رہیں۔ [۱]

۴۔ تعاون و ہمکاری کا رابطہ

تعاون کے مختلف معانی ہیں۔ کبھی اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا اور انسان دونوں مل کر دنیا کے ناقص کام کو سر انجام تک پہنچائیں کیوں کہ ایسے کاموں کے لئے دونوں ایک دوسرے کے تعاون کے محتاج ہیں اور تعاون کے بغیر ایسے کام انجام نہیں پا سکتے۔ تعاون کا یہ مطلب مشرق زمین کے ادیان بالخصوص دین داؤ میں موجود ہے [۲]، لیکن نہج البلاغہ میں اس طرح کے تعاون کا ذکر نہیں ہے کیوں کہ دنیا کے بنانے میں کوئی بھی مخلوق خدا کا معاون یا شریک نہیں ہو سکتی [۳]۔ نہج البلاغہ میں اللہ تعالی اور بندہ میں جس تعاون کا ذکر ملتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کے حکم کو سنتا جائے اور اس سلسلہ میں اللہ تعالی سے تعاون کرے۔ قرآن کریم (محمد، ۷ [۴]) اور نہج البلاغہ میں انسان کے ذریعہ اللہ تعالی کی مدد کرنے کا تذکرہ موجود ہے، ان من احب عباداللہ الیہ عبدا اعانہ اللہ علی نفسہ، خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بندہ وہ ہے، نفس کو مہار کرنے میں خدا نے جس کی مدد کی ہو [۵]۔ اگر چہ یہ تعاون مساوی طور پر دونوں طرف سے نہیں ہے لیکن اسے خدا اور انسان کے تعاون کا مصداق شمار کیا جا سکتا ہے۔

عقیدتی، معرفتی رابطہ کی معرفت کا فریضہ

نہج البلاغہ میں خدا کے ساتھ انسان کا رابطہ دو طرح سے یعنی "ہے" اور "ہونا چاہئے" کے ذیل میں قابل تحقیق ہے۔ عقیدتی۔ معرفتی رابطہ کے ضمن میں انسان اور خدا کے درمیان جو رابطہ ہے وہ دو قسموں پر منقسم ہوتا ہے۔

۱۔ من احبنا اھل البیت فلیستعد للفقر جلباباً (نہج البلاغہ، حکمت ۱۱۲، ص ۴۸۸)

۲۔ لاؤدزو، داء، دہ جینگ، ص ۲

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۹۱، ص ۱۲۷

۴۔ یا ایھا الذین آمنوا ان تنصر اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم

۵۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۸۷، ص ۱۱۸

عام فرائض

عام فرائض سے مراد وہ فرائض ہیں جنہیں رابطہ کے تحقق کے لئے انجام دینا ضروری ہے ۔ جو شخص خدا سے رب اور عبد کا رابطہ برقرار کرنا چاہتا ہے تو اسے بھی ان فرائض کے انجام دینے کی ضرورت ہے اور اگر کوئی عاشقانہ رابطہ برقرار کرنا چاہے تو اس کے لئے بھی ضروری ہے، البتہ عمل کے موقع پر دونوں میں باہم فرق ممکن ہے۔

ا۔ **عبادت:** اس کا ایک عام مفہوم ہے جو پرستش خدا کی تمام مشقوں کو شامل ہے اور عام طور پر نہج البلاغہ میں بھی دوسرے دینی متون کی طرح دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک وہ دعا جو درود و ذکر کے ساتھ مشروط ہے اور ایک وہ جو صرف عملی ہے۔ پہلا حصہ نماز، ذکر اور دعا کو شامل ہے اور دوسرا حصہ روزہ، زکوۃ اور خمس کو شامل ہے[1]۔ حضرت علیؑ کی نظر میں اگر جنت، دوزخ، جزاوسزا کا وجود نہ بھی ہو تو ایسی عبادت واجب ہے: لولم يتوعد الله على معصية لكان يجب ان لايعصى شكر لنعمه ،اگر خدا نے نافرمانی پر سزا کا وعدہ نہ بھی کیا ہوتا تو اس کے بعد بھی شکر نعمت کے طور پر اس کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے[2]۔ یہ عبادتیں اور دعائیں مختلف قالب میں عملی شکل اختیار کرتی ہیں۔ نہج البلاغہ میں جو عبادتیں بالترتیب بیان ہوئی ہیں ان کی تحقیق پیش کی جائیں گی۔

ا۔ **نماز** : یہ خدائے بزرگ وبرتر کی تقدیس وتنزیہ ہے۔ صرف کلمات اور آیات خدا کو انفعالی صورت میں دریافت کرنے کے بجائے، انسانوں کو تاکیدی حکم ہے کہ مثبت شکل میں کچھ بدنی اعمال کی انجام دہی کے ذریعہ اپنے جذبات کو انفرادی طور پر یا ان افراد کے ساتھ مل کر ظاہر کرے جو اس احساس میں اس کے شریک ہیں۔ نماز میں سب سے اہم چیز خدا کے ساتھ رابطہ کا اظہار ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے نماز کے قوانین کی رعایت ضروری ہے۔ اس رابطہ کے ذیل میں وہ تمام خاص اذکار و اوراد ہیں جو تقرب خدا کا سبب ہیں۔ دینی مدارک منجملہ قرآن اور نہج البلاغہ میں نماز قرب الٰہی کا ذریعہ ہے[3]۔ نماز

ا۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۹

۲۔ ایضاً، حکمت ۲۹۰ ،ص ۵۲۷

۳۔ ایضاً، خطبہ ۱۹۹ ،ص ۳۱۹

میں سالک خدا سے وصل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے سامنے درد دل پیش کرتا ہے۔اسی وجہ سے خدا سے رابطہ کے لئے نماز کا مرتبہ اتنا بلند ہے اور اسے دین کا ستون قرار دیا گیا ہے[۱]۔

۲۔ دعا: دعا طلب کے معنی میں ہے۔ خدا سے رابطہ کی ایک قسم یہ بھی ہے۔ نہج البلاغہ میں بڑی وضاحت سے یہ بات موجود ہے کہ خدا نے خود دعا کا حکم دیا ہے کیوں کہ اسی نے اپنے بندوں پر دعا کا دروازہ کھول رکھا ہے تو وہ ہرگز اجابت کا دروازہ بند نہیں کرتا ہے[۲]۔

وحی اور دعا میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ وحی کے ذریعہ خدا بندوں سے بات کرتا ہے اور دعا کے ذریعہ انسان خدا سے بات کرتا ہے۔ جب انسان پریشانیوں کا شکار ہوتا ہے تو دعا کا سہارا لیتا ہے اور براہ راست خدا سے خطاب کرنے لگتا ہے۔ اسی عمل کو دعا کہتے ہیں[۳]۔ البتہ ایسا نہیں ہے کہ ہمیشہ انسان ہی دعا کرتا ہے بلکہ بہت سی جگہوں پر خدا خود انسانوں کو دعا کی دعوت دیتا ہے۔

شدید تقوائے الٰہی یا موت کا احتمال بھی دعا کا سبب ہو سکتا ہے۔ اور قرآن کے مطابق ایسے موقع پر مشرکین بھی دعا کرنے لگتے ہیں: جب انسان کو کوئی نقصان پہونچتا ہے تو وہ کروٹ لیکر، لیٹ کر، بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر دعا کرتا ہے، جب ہم مصیبت ٹال دیتے ہیں تو پھر وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا[۴]۔

دعا زبان سے ہوتی ہے لیکن اس کا جواب کبھی زبانی ہوتا ہے اور کبھی عملی۔ دوسرے الفاظ میں جب دعا کرنے والا زبانی جواب طلب کرتا ہے تو زبانی جواب مل جاتا ہے لیکن دوسرے موارد میں خدا کی طرف سے دعا کا جواب عملی طور پر ہوتا ہے۔

۳۔ ذکر: ذکر سے مراد یاد خدا ہے اس طرح کہ زبان و دل ایک ہوں۔ نہج البلاغہ میں مذکورہ معنی کے علاوہ بہت سی جگہوں پر متعلق کی رعایت سے اس کے معنی بیان ہوتے ہیں۔ ذاکر اپنے متعلق یعنی خدا کو یاد کرتا جاتا ہے۔ اس ذکر کا سب سے عظیم متعلق خدا ہے جس کی کثرت پر حضرت علیؑ تاکید کرتے

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ ۴۷، ص ۴۲۲

۲۔ ایضاً، حکمت ۴۳۵، ص ۴۹۴؛ خطبہ ۲۳۰، ص ۳۵۶

۳۔ ایزوتسو، توشی ہیکو، خدا و انسان در قرآن، ص ۲۴۶

۴۔ سورہ یونس، آیت ۱۲

ہیں: افیضوا فی ذکر الله [1]۔ کبھی کبھی دوسروں سے یہ درخواست کی جا سکتی ہے کہ آپ خدا سے ہمارے لئے دعا کردیں: ذکرنا عند ربك [2]۔ یہ صرف آخرت میں یاد دہانی نہیں ہے بلکہ اس دنیا میں بھی ہو سکتا ہے انا اذکّر اللّٰہ من بلغه کتابی هذا۔ جس تک میرا یہ خط پہونچے میں خدا کو اس شخص کی یاد دلاتا ہوں [3]۔

نہج البلاغہ میں یاد خدا کے بہت سے نتائج بیان ہوئے ہیں۔ حضرت علیؑ نے ان بنیادی نتائج کی طرف اشارہ فرمایا ہے [4]:

دلوں پر صیقل

قوائے نفسانی کا فعال ہونا

خدا کے ساتھ تقابلی گفتگو۔ وما برح للّٰہ عزت آلاؤہ فی البرهة بعد البرهة و فی ازمان الفترات ، عباد ناجاهم فی فکرهم و کلهم فی ذات عقولهم، ہر زمانہ میں اور پیغمبر سے خالی زمانہ میں بھی کچھ بندے ہیں کہ اللہ جن کی فکر میں راز کی باتیں کرتا ہے اور ان کے دلوں میں بات ڈال دیتا ہے۔

خاص فرائض

خاص فرائض سے مراد وہ فرائض ہیں جس میں اصناف رابطہ میں سے کسی ایک کی مناسبت کی رعایت ہو، جسے ہم مندرجہ ذیل سطور میں بیان کریں گے:

۱۔ **عبد اور رب کا رابطہ** : حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ انسان بندہ ہے اور خدا رب ہے: فان العبد انما یکون حسن ظنه بربه علی قدر خوفه من ربه، بندہ کا اپنے رب کے بارے میں حسن ظن اتنا ہی ہونا چاہئے جتنا وہ اس سے خوف رکھتا ہے۔ اس رابطہ کو بہت سے مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ **جانشینی** : حضرت علیؑ چاہتے ہیں کہ انسان خدا کی جانشینی کے رتبہ سے اپنے آپ کو نیچے نہ گرائے۔ اپنے آپ کو اس منزل پر تصور کرے اور اپنے معاملات کو منظم کرے۔ اسی کے ساتھ ساتھ کچھ

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۰، ص ۱۶۳

۲۔ ایضاً، خطبہ ۲۲۵ ، ص ۳۵۵

۳۔ ایضاً، نامہ ۵۷ ، ص ۴۶۶

۴۔ ایضاً، خطبہ ۲۲۲ ، ص ۳۴۲

افراد خاص جانشینی کے مرتبہ پر فائز ہیں[۱] جو ایسے فرائض انجام دیں گے جو خاص جانشینوں کا فریضہ ہے تاکہ ان کے اندر وہ اوصاف پیدا ہو جائیں۔ معرفت و بصیرت کے ساتھ بلند سطح تک حصول علم بھی ان کا فریضہ ہے۔ جو افراد الٰہی خلافت کے خاص مقام تک پہونچ گئے ہیں وہ علم میں راسخ ہیں۔ وہ علم لدنی کے مالک، عقل کو زندہ کرنے والے اور خدا کے امانت دار ہیں[۲]۔ اس سے بالاتر یہ ہے کہ ایسے خلفاء مستخلف عنہ کی صفت سے متصف ہوں تاکہ اسی کے حکم میں آ جائیں ورنہ ان کو ایسا مرتبہ نہیں حاصل ہو سکتا۔

۳۔ **رابطۂ عاشقانہ**: خدا سے بہت گہرا رابطہ ہے۔ اس رابطہ کو قائم کرنے کے لئے سیر و سلوک سے مربوط تمام فرائض پر عمل کرنا ضروری ہے جس کا ذکر نہج البلاغہ کے ۸۷، ۱۹۳ نمبر خطبہ میں موجود ہے۔

۴۔ **تعاون**: خدا اور انسان کے درمیان تعاون کا سب سے بنیادی مصداق نفس کے ساتھ مبارزہ میں تعاون ہے۔ مبارزہ نفس کے سلسلہ میں خدا کے ساتھ تعاون کا آخری مرتبہ اعلیٰ عرفانی درجات کا حصول ہے۔ حضرت علیؑ نے مختلف مقامات پر اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ حزن و خوف اختیاری، اغیار کے تصور سے دل کا خالی ہونا، لباس شہرت اتار پھینکنا، غیر خدا سے دوری اور خدا کی جانب توجہ وہ مقامات ہیں جو نفس کے ساتھ مبارزہ میں خدا کے تعاون کے مصادیق ہیں[۳]۔

عقیدتی، معرفتی رابطہ کی غرض وغایت

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا سے رابطہ کا نتیجہ یا مقصد کیا ہے؟ خدا سے چاروں قسموں کے رابطوں کے نتیجے الگ الگ ہیں۔ جب انسان اور خدا کے درمیان عبد و رب کا رابطہ قائم ہوتا ہے تو اس سے وہ نتائج سامنے آتے ہیں جو دوسرے روابط کے نتائج نہیں ہیں۔ مثلاً خدا کی رحمت سے بہرہ وری اس رابطہ کا یقینی نتیجہ ہے کیوں کہ بندہ اس خدا کی عبادت کرتا ہے جو رحمت ہی رحمت ہے۔ ایسی نہ ختم ہونے والی رحمت ہے جس سے ناامید نہیں ہو سکتے۔ اپنے بندوں پر اس کی نعمتوں کی بارش ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ اس کی بخشش و عطا میں مایوسی کا کہیں گذر نہیں ہے[۴]۔ ایسے رابطہ کے نتیجے میں جزاء اور پاداش کے سوا کوئی دوسری چیز اہم نہیں

۱۔ نہج البلاغہ، حکمت ۱۴۱، ص ۴۹۷

۲۔ انسان کامل در نہج البلاغہ، ص ۵۹

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۸۷، ص ۱۱۸

۴۔ ایضاً، خطبہ ۴۵، ص ۸۵

ہے۔ جس اونٹنی کا بچہ گم ہو جائے وہ بہت گریہ کرتی ہے۔ بے یار ومددگار کبوتر نالہ وفریاد کرتے ہیں، راہب فریاد وفغاں میں مصروف رہتے ہیں۔ مولا علی ان سب کی مثال دیکر بیان کرتے ہیں کہ اگر انسان اپنی نجات کے لئے اس طرح نالہ وشکوہ کرنے لگے تو وہ خدا کی جزاوسزا سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہے[۱]۔

رب اور عبد کے رابطہ سے جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ عبودیت کے اعلی درجات ہیں۔ ایسا رابطہ قائم کرنے کے بعد اسے خدائے واحد پر یقین ہو جائے گا بلکہ ایسے میں عبودیت اخلاص کی معراج پر پہونچ جائے گی[۲]۔ خدا کے ساتھ انسان کے ایسے رابطہ کے باعث جذبات اور عاطفہ کی دنیا میں انسان کو قلبی حیثیت حاصل ہو گی اور وہ عمل خالص انجام دے گا[۳] پھر وہ اس کے سایہ میں آخرت میں شہداء اور انبیاء کی جگہ پہنچ جائے گا۔

عاشقانہ رابطہ کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا رابطہ پیدا کر سکتا ہے اور اگر ایسے رابطہ کو استمرار حاصل ہو جائے تو پھر وہ شخص عارف باللہ کے درجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں موجود خامیوں کو بر طرف کرکے منزل کمال تک پہونچ سکتا ہے اور اگر وہ اس مرحلہ میں بلند مقام تک پہنچ گیا تو وہ پچھلے تمام مرحلوں سے گذرتا ہوا اور ماسوا اللہ سے اعراض کرتا ہوا تمام موجودات سے جدا ہو کر اپنے آپ کو خدا کے حضور میں دیکھنے لگتا ہے۔ اس طرح وہ عرفان کے آخری مراحل سے گذر جاتا ہے پھر اپنے آپ سے بھی صرف نظر کر لیتا ہے اور صرف خدا کو دیکھتا ہے اس طرح وہ خدا کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے[۴]۔ نہج البلاغہ کے توحیدی مکتب کے مطابق ایک ہو جانے کا مطلب صفاتی اور فعلی اتحاد ہے جس کا ذکر نہج البلاغہ کے مختلف خطبوں میں آیا ہے[۵]۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۵۲

۲۔ ایضاً، خطبہ ۲۳

۳۔ ایضاً، خطبہ ۲۳

۴۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۶، ص ۳۶۷، ۳۶۶

۵۔ بعنوان نمونہ خطبہ ۹۷ ملاحظہ فرمائیں

نتیجہ

نہج البلاغہ میں انسان اور خدا کے عقیدتی، معرفتی رابطہ پر نظر ڈالنے کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس سلسلہ میں انس، محبت جیسے مفاہیم اور نماز و ذکر و دعا اور دوسری طرح کی عبادتوں سے استفادہ ہوا ہے۔ اس طرح رابطہ کے ایجاد کے مفہوم کو بہت بلند مقام حاصل ہے۔ اس طرح کہ عارفانہ دینداری اس کی دستیابی میں سمٹ جاتی ہے۔ اس رابطہ کے اصناف بھی چار قسموں میں منحصر ہو گئے ہیں جس میں تین اصناف یعنی عبودیت، خلافت اور عشق کا تذکرہ صراحت کے ساتھ نہج البلاغہ میں موجود ہے اور حضرت علیؑ نے عاشقانہ روابط کی بھی اس درمیان بڑی تاکید کی ہے۔ رابطہ کی چوتھی صنف یعنی تعاون کا اس کے معنی کی بنیاد پر یہاں بیان نہیں جاسکتا لیکن ادیان مشرق کی تفسیروں کے علاوہ دوسری تفسیروں میں عالم کی حالت اور انسان کے اخلاق کی بہتری کے لئے انسان اور خدا کے تعاون کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے اور اس کے شواہد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

منابع و مآخذ

- قرآن کریم
- نہج البلاغہ، ترجمہ حسین اسنادوی، اسوہ، تہران، ۱۳۸۴
- نہج البلاغہ، ترجمہ محمد مہدی جعفری، مؤسسہ نشرواشاعت ذکر، تہران، ۱۳۸۹
- ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج ۳۔ ۴۔ ۵، تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، داراحیاء العربی، بیروت، ۱۳۸۵
- ابن ہیثم بحرانی، کمال الدین، شرح نہج البلاغہ، دارالثقلین، بیروت، ۱۴۳۰ق
- استیس، وت، فلسفہ عرفان، ترجمہ بہاء الدین خرمشاہی، سروش، تہران، ۱۳۷۵
- ایزوتسو، توشی ہیکو، خدا و انسان در قرآن، ترجمہ احمد آرام، شرکت سہامی انتشار، تہران، ۱۳۸۱
- جعفری، محمد تقی، ترجمہ و تفسیر نہج البلاغہ، ج ۱۶، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، تہران، ۱۳۶۸
- حسن زادہ آملی، حسن، انسان کامل در نہج البلاغہ، قیام، قم، ۱۳۷۹
- فورمن رابرٹ کی، سی، عرفان ذہن آگاہی، ترجمہ عطااثری، دانش گاہ مفید، قم، ۱۳۸۴
- قنبری، بخش علی، رنج تنہائی و مثنوی معنوی، پژوہش زبان وادبیات فارسی، شمارہ ۲۱، تابستان ۱۳۹۰

❖ قنبری بخش علی وہمکاران، طرح پژوہشی بحران ھای انسان معاصر وراہ حل آن در قرآن ونہج البلاغہ ، سازمان تبلیغات اسلامی وپژوہشگاہی علوم انسانی ومطالعات اجتماعی جہاد دانشگاہی، ۱۳۹۱
❖ کربن، ہانری، تخیل خلاق در عرفان ابن عربی، ترجمہ انشاء اللہ رحمتی، جامی، تہران، ۱۳۸۴
❖ لاؤدزو، داء، دہ جینگ، ترجمہ پاشائی، نگاہ معاصر، تہران، ۱۳۸۵
❖ مجلس، محمد باقر، شرح خطبۂ متقین، بہ کوشش جویا جہان بخش، اساطیر، تہران، ۱۳۸۰
❖ نصر، سید حسین، معرفت ومعنویت، ترجمہ انشاء اللہ رحمتی، دفتر پژوہش ونشر سہروردی ، تہران، ۱۳۸۰